اسلامی قومیت کی تشکیل کے لیے
پیغمبرؐ اسلام کا آخری منشور

پروفیسر سید شبیہ الحسن نونہروی مرحوم

۱۰ ہجری میں پیغمبرؐ اسلام نے حج کا تاریخی فریضہ انجام دیا۔ یہ حج آں حضرتؐ کی حیات اور ان کی تبلیغ و رسالت کا ایک نہایت اہم اور غیر معمولی نتیجہ خیز موقع تھا۔ یوں تو حضرت نے ۲۳ سال تک فریضۂ رسالت کو اسی تن دہی کے ساتھ انجام دیا جو ان کے شایانِ شان تھی، قرآن کے ذریعہ سے احکام بھی اترتے رہے اور آں حضرت کے ذریعہ سے ان کی توضیح و تشریح بھی ہوتی رہی لیکن جیسے جیسے مدت حیات انقطاع کے قریب پہنچی اس بات کی شدید ضرورت درپیش ہوئی کہ امت کی فلاح و بہبود کے اہم نکات بالمشافہ اور نہایت تاکید کے ساتھ زیادہ سے زیادہ افراد تک اجتماعی خطاب کے ذریعہ سے پہنچا دیئے جائیں۔ اس اجتماعی خطاب کے لئے حج سے بہتر اور کوئی موقع نہیں ہوسکتا تھا۔ اگرچہ کوئی واضح تاریخی شہادت موجود نہیں ہے پھر بھی مجموعی صورت کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ اس آخری حج میں پیغمبرؐ اسلام کے تشریف لے جانے کی اطلاع تقریباً سب ہی مسلمان بستیوں میں بہت پہلے سے پہنچا دی گئی تھی اسی لیے جب آنحضرتؐ مدینہ سے حج کے واسطے روانہ ہوئے تو بعض معتبر تاریخوں کی شہادت کی بنا پر تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار افراد ساتھ تھے ان میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو مختلف مقامات سے سفر کر کے مدینہ پہلے ہی سے پہنچ گئے تھے تاکہ رسول خداؐ کے ساتھ سفر کا شرف حاصل کرسکیں۔ مکہ پہنچنے کے بعد یہ تعداد فطرتاً اور بڑھ گئی اس لئے کہ لوگ جوق درجوق براہِ راست مکہ بھی پہنچ رہے تھے۔

یہ رسولؐ اللہ کا آخری حج بھی تھا اور اس حج کو حج وداع، حج اسلام، حج بلاغ، حج کمال اور حج تمام کے مختلف ناموں سے مورخین و محدثین یاد کرتے ہیں۔ اسی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ معنوی حیثیت سے اس حج میں کتنی خصوصیتیں جمع ہوگئی تھیں۔ پیغمبرؐ اسلام کی زندگی کا آخری سال، اتنا

زبردست مجمع اور اسے مخاطب کرنے کا اتنا آسان اور موزوں موقع یہ تمام باتیں مل جل کر ایک ایسے مناسب لمحہ کی تخلیق کر رہی تھیں جس میں فلاح امت کے دائمی اصول وضوابط کی تشریح دفعۃً اتنے لوگوں کے سامنے کردی جائے کہ آئندہ اختلاف و انتشار کے دروازے بند ہو جائیں اس موقع پر جو بات بھی کہی جاتی وہ امت کی شیرازہ بندی اور اجتماعیت کی تکوین میں بیش بہا کردار انجام دینے کا باعث ہوتی، دراصل یہ وہ اہم موقع تھا کہ جب رسولؐ خدا نے فرد کو مسلمان بنانے کے علاوہ اپنے تاریخی خطاب اور منشور کی مدد سے ایک باقاعدہ اور باضابطہ مسلم قوم کی تشکیل کی۔

پیغمبرؐ اسلام کے سامنے اس وقت دو اہم فریضے تھے ایک تو مسلمانوں کو ایک قومیت میں ڈھالنے اور انہیں ایک مخصوص اسلامی تہذیب کا پابند بنانے کے لیے زندگی کے معنی اور امکانات کی مکمل تشریح کرنے والے ضابطہ حیات، فکر اور اخلاق کو ایک کو دوسرے سے مربوط کرنے والے عوامل اور عمل و عقیدہ کے درمیان دوئی کے مٹانے والے محرکات کی تبلیغ اور تاکید تھی اور دوسرا فریضہ اس قیادت کے متعلق تمام شکوک و ابہامات کا رفع کردینا تھا جو پیغمبرؐ اسلام کے بعد پیغمبرؐ ہی کی طرح اسلام اور مشیت الٰہی کے رموز کا عرفان رکھتی ہو اور دینی مزاج میں ہر طرح کی آمیزش کی مزاحمت کر کے مسلم قوم کی صحیح راہنمائی کر سکے۔ اگر ان دونوں باتوں کو ایک ہی خطاب میں کہہ دیا جاتا تو فطرتاً قیادت کی اہمیت ایک ضمنی اور فرعی حیثیت اختیار کرلیتی لہٰذا مکمل اہمیت واضح کرنے کے لیے ضروری تھا کہ دونوں فریضوں کو علیحدہ علیحدہ موقع پر مگر ایک نسق میں ادا کیا جائے تاکہ ان دونوں کا باہمی ربط اور مستقل اہمیت دونوں ہی کا امت مسلمہ کو احساس ہو جائے۔

پہلے فریضے کی ادائیگی اور انسانوں کے نام دائمی قدر و قیمت رکھنے والے منشور و دستور کی تبلیغ کے لئے نہم ذی الحجہ ۱۰ھ کو جمعہ کے دن جبل الرحمہ سے میدان عرفات کے لاکھوں حاضرین کو پیغمبرؐ اسلام نے مخاطب فرمایا اور منشور کی ہر ہر دفعہ پر حاضرین کو خبردار اور اللہ کو گواہ بنایا۔ تاریخ نے اس تاریخ ساز منشور کو محفوظ رکھا ہے جس سے آج بھی اکتساب سعادت کیا جاسکتا ہے (خطبہ کا متن سیرت ابن ہشام اور جاحظ کی البیان والتبیین سے ماخوذ ہے)۔

سب تعریفیں خدا ہی کے لیے ہیں ہم (بھی) اسی کی تعریف کرتے ہیں اسی سے مدد کے طالب ہیں۔ اسی کی بارگاہ میں استغفار کرتے ہیں اور اسی کے سامنے توبہ کرتے ہیں، اور اللہ ہی سے اپنے نفس کی برائیوں اور اعمال کی خرابیوں سے پناہ مانگتے ہیں، اللہ جس کی ہدایت کرے اسے کوئی گمراہ

نہیں کر سکتا اور جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے تو پھر اسے راہِ راست پر کوئی نہیں لگا سکتا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہی ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کا بندہ اور رسولؐ ہے۔

بندگان خدا میں تم کو تقوی خدا کی وصیت کرتا ہوں۔ اس کی اطاعت پر تمہیں اُبھارتا ہوں اور میں اچھی چیزوں ہی سے فتح و کامرانی کا طالب ہوں۔

ایھاالناس! میری باتیں سنو، میں تمہیں صاف صاف بتانا چاہتا ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ آئندہ سال تم سے پھر یہاں ملنے کا موقع نہ مل سکے۔

ایھاالناس! تمہارے خون اور تمہارے اموال (ایک دوسرے پر) حرام ہیں یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو، ان میں ایسی ہی حرمت ہے کہ جیسی تمہارے اس شہر اور تمہارے اس مہینہ میں تمہارے آج کے دن کی اور عنقریب تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے خبردار میں نے تبلیغ کردی؟ بارالہا تو گواہ رہنا۔

دیکھو جس کے پاس کوئی امانت ہو تو وہ امانت رکھوانے والے کے پاس ضرور واپس کردے۔

جاہلیت میں رائج سود ختم کیا جاتا ہے البتہ راس المال پر تمہیں حق حاصل ہے (اس سلسلہ میں) نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تمہارے اوپر ظلم کرے اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ سود نہیں چلے گا اور پہلا سود جس کے ختم کرنے کی میں ابتداء کرتا ہوں خود میرے چچا عباس بن عبدالمطلب کا ہے۔

زمانہ جاہلیت سے جو خون باقی چلے آرہے ہیں (یعنی بدلہ لینے سے رہ گئے ہیں) وہ اب ساقط کیے جاتے ہیں اور پہلا خون جس سے سقوط کا آغاز کرتا ہوں عامر بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا ہے۔

دیکھو جاہلیت کی تمام رسمیں بھی ختم کی جاتی ہیں، اب کعبہ کی نگہبانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ اور کوئی عہدہ باقی نہ رہے گا۔

''قتل عمد'' میں قصاص ہے اور ''شبہ عمد'' میں ڈنڈے اور پتھر (وغیرہ) سے لازم ہو سو اونٹوں کا جرمانہ جو اس سے زیادہ لے وہ اہلِ جاہلیت میں سے ہے۔

خبردار! میں نے تبلیغ کردی؟ بارالہا تو گواہ رہنا۔

ایھاالناس! شیطان کو اب اس سے تو مایوسی ہوگئی ہے کہ تیری اس سرزمین پر اس کی پرستش ہوسکے، مگر اس کے ماسوا وہ اس بات پر راضی ہے کہ اس کی اطاعت تمہارے ان اعمال میں ہو جنہیں

تم اپنی دانست میں حقیر سمجھتے ہو۔ لہٰذا شیطان سے اپنے دین کے معاملہ میں ہوشیار رہنا۔

ایھاالناس! مہینوں میں لوں لگانا کفر میں سراسر زیادتی ہے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ اس ذریعہ سے خوب گمراہ کیے جارہے ہیں لوگ ایک سال میں کسی مہینہ کو حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام بنادیتے ہیں تاکہ وہ تعداد پوری کردیں جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے اب زمانہ چکر کھاکے اسی ہیئت پر آگیا ہے جس ہیئت پر اس دن تھا کہ جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا'' جب سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اللہ کے نزدیک کتاب خدا میں مہینوں کی گنتی بارہ ہے''۔ ان میں چار مہینے حرام ہیں'' تین لگاتار اور ایک اکیلا۔ ذی قعدہ ذی الحجہ اور محرم۔ اور رجب جو کہ جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان ہے۔[1]

خبردار! میں نے تبلیغ کردی؟ بارالہا تو گواہ رہنا۔

ایھاالناس! تمہاری عورتوں کا بھی تمہارے اوپر ایک حق ہے اور تمہارا بھی ان پر حق ہے۔ تمہاری طرف سے ان پر فرض یہ ہے کہ تمہارے بستروں کو غیروں سے نہ روندوائیں اور تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے گھروں میں ان اشخاص کو نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو۔ کسی فحش امر کا ارتکاب نہ کریں اور اگر کرہی گزریں تو پھر اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم سختی سے روکو، ان کے ساتھ ہمبستری چھوڑ دو اور اگر ضرورت ہو تو انہیں معمولی زدوکوب کرو، اگر وہ باز آجائیں اور تمہاری اطاعت کریں تو پھر انہیں اچھی طرح کھلانا پہنانا تمہارے اوپر لازم ہے (دیکھو) عورتیں (بالعموم) زیادہ تجربہ اور سمجھ نہیں رکھتی ہیں اور اپنے لیے کسی چیز پر قابو نہیں رکھتی ہیں، تم نے اللہ کی امانت کی حیثیت سے انہیں حاصل کیا اور اللہ کے کلمات کے ذریعہ انہیں اپنے لیے حلال بناتے ہو لہٰذا عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو اور ان کے متعلق اچھی وصیت کو یاد رکھو۔

ایھاالناس! میری بات کو گرہ میں باندھ لو اور یہ بات بخوبی سمجھ لو کہ تمام مومن بھائی بھائی ہیں اور بلاطلب خاطر کسی شخص کے لیے اس کے بھائی کا مال حلال نہیں ہے۔ دیکھو اپنے نفسوں پر ظلم نہ کرنا۔

میرے بعد پلٹ کر کافر نہ ہوجانا اور ایک دوسرے کی گردن نہ مارنے لگنا، میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ دی ہے کہ جس سے تمسک کرکے تم گمراہ نہ ہوگے۔ کتاب اللہ (سیرت ابن ہشام میں کتاب اللہ کا ذکر کیا ہے مگر دونوں ہی صورتوں میں تحریف یقینی معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ پیغمبر، اسلام نے ایسے مواقع پر قرآن اور اہل بیتؑ وعترت کا ذکر متواتر کیا ہے)۔

ایھاالناس! تمہارا رب ایک ہے تمہارا باپ بھی ایک ہے تم سب آدم کی نسل سے ہو اور آدم مٹی سے بنے۔ اللہ کے نزدیک زیادہ بزرگی والا وہی ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہو عربی کو عجمی پر سوائے تقویٰ کے اور کسی بات سے برتری نہیں ہے۔

خبردار! میں نے تبلیغ کردی؟ بارِ الٰہا تو گواہ رہنا۔ لوگوں نے بھی کہا ''بہت بہتر'' تو پیغمبرؐ نے فرمایا تو پھر حاضر غائب کو پہنچادے۔

ایھاالناس! میراث میں اللہ نے وارث کا حصہ مقرر کردیا ہے اب وارث کے لئے کسی (خصوصی) وصیت کی ضرورت نہیں اور ایک تہائی سے زیادہ مال میں تو وصیت جائز ہی نہیں ہے۔ لڑکا بستر (کے مالک) کا ہوگا اور بدکار کے لئے تو صرف پتھر، جو پدرِ اصلی کے علاوہ اپنے کو کسی اور کی طرف منسوب کرے گا یا اپنے مولیٰ کے علاوہ کسی اور کو مالک سمجھے گا تو اس پر اللہ ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہو۔ اس کا کوئی حیلہ بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

فرائض رسالت سے متعلق یہ ایک رخ تھا جس کی شناخت کے لیے عرفات کا میدان منتخب کیا گیا۔ اس خطاب میں حدود و احکام باہمی روابط اہلی اور سماجی زندگی سے متعلق ان اخلاقی و روحانی ضوابط کی نشان دہی کی گئی جن سے اسلامی زندگی طرزِ فکر کی مجموعی حیثیت سے عبارت ہے۔

فرائض رسالت کے دوسرے رُخ کی تبلیغ کے لیے ۱۸ ذی الحجہ کا دن اور غدیر کا میدان منتخب کیا گیا۔ جبکہ آنحضرتؐ مراسم حج ادا کر کے واپس ہو رہے ہیں اور اس منزل تک پہنچ گئے تھے جہاں سے راستے مختلف سمتوں میں بدلتے تھے۔ اکثریت کی توقع کے برخلاف جو یہ سمجھ رہی تھی کہ پیغمبرؐ کو جو کچھ کہنا تھا وہ عرفات کے میدان میں فرما چکے، ایک نئے اہم پیغام کے پہنچانے کا بندوبست شروع ہوا عرفات کے میدان میں آنحضرتؐ نے جو کچھ فرمایا اس کے متعلق تو یہ بھی سوچا جاسکتا ہے کہ لوگ جمع تھے ہی موقع کو مناسب جان کر پیغمبرؐ نے اوامر و نواہی سے متعلق بنیادی باتیں بتادیں مگر غدیرخم میں مجمع کو خصوصیت سے روکا گیا۔ آگے بڑھ جانے والوں کو واپس بلایا گیا پیچھے رہ جانے والوں کا انتظار کیا گیا اور پھر رسولؐ اکرم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جو تاریخ میں محفوظ ہے اس خطبہ کا مقابلہ اگر میدان عرفات والے خطبے سے کیا جائے تو پہلی ہی نظر میں یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ دونوں کے نہ صرف بہت سے مطالب مشترک ہیں بلکہ الفاظ ولب و لہجہ اور تاکید و آگاہی کا اندازہ بھی مشترک ہے غالبًا اس سے مقصد یہ رہا ہوگا غدیر و عرفات کے میدان میں کہی گئی باتوں کو ایک دوسرے پر موقوف سمجھا

جائے ۔کوئی بھی عملی مذہب ہو بغیر ایک نظام عدالت اور نظام امارت کے نہیں چل سکتا عرفات کے میدان میں انسانوں کو نظام عدالت کی تفہیم کی گئی میدان غدیر میں اسلام کے مستقل جاری رہنے والے نظام امارت کی تبلیغ کر کے پیغمبرؐ نے اس منشور کی تکمیل کر دی جسے تیئیس ۲۳ سالہ تبلیغی زندگی اور غرض بعثت کا حاصل کہنا چاہئے۔

تاویل تشریح اور تفسیر بالرائے کے ذریعہ سے بعد میں نمودار ہونے والی نسل جو الجھن جی چاہے پیدا کرے یا جس الجھن میں جی چاہے اپنے کو مبتلا کرے مگر غدیر کے میدان میں موجود انسانوں نے پیغمبرؐ کی زبان سے بھی سُنا کہ من کنت مولا فھذا علی مولا اور ان لاکھوں انسانوں میں سے کسی ایک کو بھی اس وقت مولا کے معنی میں شبہ نہیں ہوا ورنہ کسی نہ کسی کو تو یہ پوچھ ہی لینا چاہئے تھا کہ حضور کا مدعا ومقصد کیا ہے جبکہ بالعموم اصحاب معمولی باتوں کے پوچھنے میں بھی تکلف نہیں کرتے تھے۔